تبصرے

تصنیف : عقلیات ابن تیمیہ
مصنف : مولانا محمد حنیف ندوی صاحب
کیفیت و قیمت : صفحات ۳۸۵ ، اخباری کاغذ قیمت چھ روپے ، سفید کاغذ قیمت نو روپے
پتہ : ادارہ ثقافت اسلامیہ ، لاہور

تصنیف زیر تبصرہ منطق ، علم کلام اور فلسفہ سے متعلق ابن تیمیہ کے تنقیدی مباحث کی توضیح و تنقیح پر مشتمل ہے ۔ بقول مصنف ابن تیمیہ کی جامعیت کے دائرے بہت وسیع ہیں ۔ غزالی کے بعد یہ دوسرے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کے نظریہ حیات کا دقت نظر سے جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول کی تشریح میں ہمیں کن پیمانوں سے کام لینا چاہیے ، علم الکلام یا عقائد میں وہ کون کون سے موڑ ہیں جہاں ہمارے ہاں فکر و بصر کے قافلوں نے یونانی تہذیب و ثقافت کی پٹی ہوئی راہوں سے ہٹ کر اپنے لئے جداگانہ اور منفرد راستہ اختیار کیا ہے ۔

ابن تیمیہ کی عقلیات ایسا موضوع ہے جو ایک بڑی مہم سے کم نہیں اس لئے کہ قلمرو اسلامیاں کے وہ آخری فقہی امام اور مفکر ہیں جن کے بعد فقہ و شریعت کے پاسبانوں نے قیاس و اجتہاد کے دروازے بند کردیئے اور خود ان کے علمی معرکوں کی غلط تعبیریں کی گئیں ۔ چنانچہ علوم دینیہ کی تطہیر کے لئے جو جہاد انہوں نے کیا تھا اس کو عقلیت کی بیخ کنی کی حیثیت سے سند قبولیت حاصل ہوئی اور اس طرح اہل اسلام کی زندگی سے استدلال بالعقل و استنتاج بالحقیقت رفتہ رفتہ خارج ہوگئے ۔ اسنادیت پرستی کا یہاں تک ہجوم ہوا کہ مسجد میں فلسفہ و منطق ، دانش و برہان کا مطالعہ بھی مکروہ خیال کیا جانے لگا ۔ علوم دینی صرف مروجہ فقہی ادب ، کورانہ تقلید اور سند و اسناد تک محدود ہوکر رہ گئے ۔ اس المیہ عظیم و انحطاط نامحدود سے تنگ نظر ملا پیدا ہوئے جن کو روزہ نماز کے مسائل تو آتے تھے مگر حکمت عملی و نظر بالغہ کے ہر پہلو سے کورے تھے ۔ لیکن احیائے اسلام کی جدید کوششوں کے طفیل ابن تیمیہ کی اعلی شخصیت نمایاں ہونے لگی ۔ اقبال غالباً پہلے فرد ہیں جنہوں نے ابن تیمیہ کی عقلیت پسندی و انتقادی نظر کی طرف رہنمائی کی اور ان کے مسلک اجتہاد بالحقیقت سے کسی قدر بحث کی ۔ اقبال کی اس سعی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے ابن تیمیہ سے از سر نو دلچسپی لینا شروع کی ۔ یہ کار خیر جناب حنیف ندوی کے لئے ہی مقدر تھا کہ وہ اس عظیم مفکر اسلام و فقیہ دین متین کے افکار کا سیر حاصل جائزہ لیں اور ان کے عمومی مسلک کو واضح کرکے تاریخ فکر میں ان کے مقام کا تعین کریں ۔

مستشرقین نے ابن تیمیہ پر دو الزامات لگائے ہیں : ایک حرفیت پسندی کا اور دوسرا بشر مرکزی الہیات کا ۔ حنیف ندوی صاحب نے ان الزامات کا بڑی عمدگی سے انتقاد کیا ہے جس سے یہ عقدہ کھلتا ہے کہ مستشرقین محض سطحیت پسندی کا شکار ہوگئے ہیں ۔ ابن تیمیہ کے پورے افکار کی تحلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی سوچ میں زمانہ' حاضرہ کی روح سے خاص مناسبت ہے اور وہ مجردات کے مقابلہ میں محسوسات' تصورات کے مقابلہ میں ارتسامات کی طرف زیادہ مائل ہیں ۔ ابن تیمیہ نے اہل تاویل کی بے اعتدالیوں کے خلاف محاذ قایم کیا جو کلام الہی کی ہر ہر آیت کی رمزی و معنوی تعبیر کرکے اس کو اسرار کا مجموعہ بنائے ہوئے تھے اور باطنیت کو ہوا دیتے تھے ۔ نیز اہل تاویل کا ایک گروہ خاص یونانی مابعدالطبیعات کے مطابق کلام الہی کی تفسیر و تعبیر کرتا تھا گویا منشاء نبوت افلاطون و ارسطو کی تصدیق کے علاوہ اور کچھ نہ تھا ۔ ایسے ماحول میں ابن تیمیہ نے دو بڑے کام کئے ۔ ایک طرف انہوں نے یونانی فلسفہ کے قواعد یعنی یونانی منطق کے مسائل کی نا ہمواریاں واضح کیں اور دوسری طرف' خود کلام مجید کے الفاظ پر زور دیا ۔ ہر آیت کے معنی اس کے الفاظ میں ظاہر ہیں اور خود قرآن مجید اپنی آپ تشریح ہے ۔ ابن تیمیہ اس طرح قرآنی انقلاب کے داعی تھے ۔ اسی دعوت کا احیاء بعد میں شاہ ولی اللہ نے کیا ۔ یہ ایک طرف ہیلان پرستوں پر کاری ضرب تھی دوسری طرف فقہ پرستوں پر ۔

ابن تیمیہ کی بڑی تصنیف " الرد علی المنطقین " کا حاصل منطق کا خاتمہ نہیں جیسا کہ بصیرت نا آشنا ملا خیال کرتے ہیں اور اس طرح دین متین کو شرائط منطق اور اصول عقل و فہم سے بیگانہ کرنا چاہتے ہیں ۔ " الرد " اصل میں ایک نئی منطق کی بنیاد ہے اور اس کے مباحث بہت فنی ہیں ۔ جناب حنیف ندوی نے اس کے مباحث سے آغاز کیا ہے اور فصل اول کے موضوعات ص ۱ تا ۳۷ اسی سے متعلق ہیں ۔

ابن تیمیہ کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے جگہ جگہ ان کے تصورات کا دیگر اکابر مفکرین کے خیالات سے تقابل کیا ہے جن میں اہل مغرب سے لائبنیز' کانٹ' فریگے وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں ۔

جناب حنیف ندوی نے خود بھی جگہ جگہ اپنی بے لاگ رائے کے اظہار سے دریغ نہیں کیا ہے ۔ ابن تیمیہ نے کلیات کے وجود خارجی سے انکار کیا ہے ۔ حنیف ندوی صاحب اس انکار سے پورے طور پر متفق نہیں ہیں ۔ ان کا قول فیصل یہ ہے کہ ابن تیمیہ کی رائے یک طرفہ ہے ۔ کلیات کے وجود خارجی کا انکار' علم و اخلاق کی اونچی اقدار کا انکار ہے ۔ راقم الحروف بھی اسی خیال کی طرف مائل ہے ۔ اقدار عالمی ہوا کرتی ہیں' ان میں کلیت ہوتی ہے ۔ ان کے معروضی یا حقیقی وجود سے انکار در اصل نظام اخلاق و سیاست کو موقع پرستی کے تابع بنانا ہے ۔ راقم الحروف نے اپنے کسی مقالہ میں اس امر کا اظہار کیا تھا کہ اعیان افلاطونیہ کا تعلق عالم کون و فساد سے نہیں ہے'

نہ ہی وہ اس کی شرح میں کچھ کام آسکتے ہیں ۔ ان کا تعلق عالم ثقافت یعنی اخلاق و قدر کے اعتبار سے ہے ۔ اس وجہ سے حنیف ندوی صاحب کا فیصلہ نہایت درجہ بصیرت افروز ہے ۔

فصل دوم (ص ۸۲ تا ۱۰۶) میں حنیف ندوی صاحب نے ابن تیمیہ کے مابعد الطبیعیاتی مباحث کے لئے پس منظر فراہم کیا ہے ۔ اور مختصراً مشہور متداول مدارس فکر کا حال لکھا ہے ۔ فصل سوم میں مہتم بالشان مسائل سے بحث کی ہے جن کے اندر عقل و وحی کا مسئلہ اور قرآنی استدلال کا مسئلہ بطور خاص قابل توجہ ہیں ۔

ابن تیمیہ کا موقف یہ ہے کہ شریعت کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے ''جس کی وضاحت نہ کی گئی ہو ... اگر کوئی مسئلہ دینی لحاظ سے اس درجہ اہم ہے کہ اس کا ماننا اور جاننا واجبات دین میں سے ہے تو اس کا نہ صرف قرآن میں ہونا ضروری ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی جملہ تفصیلات قرآن میں مذکور ہوں - یہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں وہ دلائل، وہ براہین اور شواہد بھی پائے جانے چاہیں جن سے اس مسئلہ کی صحت واستواری پر پوری طرح روشنی پڑ سکے '' (ص ۱۰۸) ۔

ابوالحسن اشعری نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ عقائد کے معاملہ میں صرف نصوص پر ہی اعتماد کرنا چاہئے کیونکہ عقل کی شعبدہ بازیوں کا کیا اعتبار ہے؟ ابن تیمیہ نے اس کے برخلاف اپنا موقف یوں رکھا ہے کہ '' یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی شئے عقلی لحاظ سے صحیح بھی ہو اور غلط بھی ہو، ہدایت پر بھی مشتمل ہو اور گمراہی پر بھی ۔ اسی طرح کسی شئے کے اثبات پر بھی دلالت کناں ہو اور اس کی نفی اور ابطال کو بھی مستلزم ہو'' (ص ۱۱۱) ۔ ان کے نزدیک اس '' تکافو ادلہ '' کا کھپلا اس وقت ابھرتا ہے جب دلیل میں کہیں بگاڑ پایا جائے (ص ۱۱۲) - ان کے نزدیک '' قرآن میں ممنوع غور و فکر نہیں، جہل و غلط روی ہے ''۔ '' سنت و احادیث میں بھی فکر و تعمق سے نہیں روکا گیا بلکہ صرف موجبات اختلاف کی روک تھام کی گئی ہے '' (ص ۱۱۳) ۔ چنانچہ انہوں نے تکافوادلہ کے خلاف اٹھارہ دلائل قائم کئے ہیں جن کا محاکمہ حنیف ندوی صاحب نے بالتفصیل کیا ہے (ص ۱۲۰ تا ۱۴۳) ۔ ان دلائل و براہین سے ایک ایسی عقلیت کے نقوش نمایاں ہوتے ہیں جو مسائل انسانی میں تدبر کرنے کا وظیفہ انجام دیتی ہے ۔ ابن تیمیہ اپنی اس عقلیت کے ذریعہ ذات و صفات کے مسئلہ کی طرف آتے ہیں ۔ ان کے نزدیک '' اثبات و تحقق اصل ہے اور نفی و تعطیل باطل'' (ص ۱۴۶ تا ۲۲۳) ۔ تمام انبیاء کا شعور و تجربہ گواہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ہمیشہ اثبات کے رنگ میں پیش کیا ہے، ان کی ایجابیت پر زور دیا ہے اور تحقق و اتصاف کو عقیدہ و ایمان کی جڑ اور روح قرار دیا ہے ۔ جس پر عمل و کردار کے غرفے استوار ہوتے ہیں (ص ۱۴۶) ۔ اس اصول پر ابن تیمیہ نے تصور خدا اور صفات باری کے مفہوم کو واضح کیا ہے اور معتزلہ و اشاعرہ کے مذاکرات سے رد و قدح کیا ہے ۔ اس باب میں

بھی حنیف ندوی صاحب نے بیان و تبصرہ کا حق کماحقہ ادا کیا ہے جس سے ان کے غیر معمولی علمی پایہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

تصوف اور وحدت الوجود کے باب میں ابن تیمیہ کے بیانات و تنقیدات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہاں ندوی صاحب نے صوفیاء اور ابن تیمیہ دونوں کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ''ابن تیمیہ کے اعتراضات کا ہدف جو تصور ہے اس سے یقیناً حلول، اباحت، ترک عمل اور جبر کے داعیے ابھرتے ہیں اور اس حد تک ان کی تنقید بالکل بجا، بر محل اور صحیح ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ صوفیاء کی تاریخ، احوال اور مواجید سے اس امر کی تائید نہیں ہو پاتی کہ اس تصور نے لازماً ان میں برائیوں کی تخلیق کی ہے ... یہ حضرات جب وحدت الوجود کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہیں تو ان کا مطلب کسی فلسفہ کا اثبات نہیں ہوتا۔ انکی غرض و غائت یہ ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے اور کوئی شئے حسن و جمال کے وصف سے متصف نہیں ہے اور یہ کہ ان کی محبت اور انکا اللہ تعالیٰ سے تعلق خاطر تصور غیر کو کسی عنوان برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں'' (ص ۳۲۷)۔

''عقلیات ابن تیمیہ'' ایک بڑا تحقیقاتی کام ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے تمام اصول و ابواب میں سے ہر ایک الگ الگ منفرد توجہ چاہتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اسلامی فکر کے ارتقاء کی تاریخ کی تدوین میں آئندہ یہ ایک اہم ماخذ کا کام دے گی۔ اہل تحقیق کے لئے اس میں رہنمائی کا کافی سامان ہے۔

اے۔ ایچ۔ کمالی

سہ ماہی ''اردو'' کراچی
ادارہ تحریر: جمیل الدین عالی ــ مشفق خواجہ
شائع کردہ: انجمن ترقی اردو کراچی
ضخامت: ۱۳۲ + ۳۲ ص۔ قیمت: ۳ روپے ۵۰ پیسے

رسالہ ''اردو'' کے دور جدید کا تیسرا شمارہ بابت جولائی سنہ ۱۹۶۶ء پیش نظر ہے۔ بڑا اچھا ہوا کہ مولوی عبدالحق کی اس یادگار اور اردو کے ایک باوقار رسالے کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور اس کی روایتی شان اور اعلیٰ معیار کو برقرار رکھا گیا۔ ادارہ تحریر کے علاوہ مجلس ادارت میں اختر حسین صدر انجمن، جسٹس محبوب مرشد، بیگم شائستہ اکرام اللہ، ممتاز حسن، ڈاکٹر نذیر احمد، پیر حسام الدین راشدی اور پروفیسر وقار عظیم جیسے سر برآوردگان ادب و دانش کے اسمائے گرامی دیکھ کر رسالے سے مزید نیک و خوش آیند توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

اداریہ نیاز فتحپوری کے سانحہ ارتحال پر تحریر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سر سید احمد خان کا ایک غیر مطبوعہ خط بنام نواب وقار الملک درج کیا گیا ہے جو خاص اہمیت کا حامل ہے۔ خط کے ساتھ ساتھ اس کا پس منظر بھی

واضح کردینے سے اس کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ مکتوب کے شروع میں جہاں سر سید کے خطوط کے مجموعوں کا تذکرہ ہے وہاں ایک مجموعے '' مکاتیب سر سید احمد خان '' مرتبہ مشتاق حسین کا نام رہ گیا ہے، یہ کتاب سنہ ١٩٦٠ء میں علیگڑھ سے شائع ہوئی تھی۔

اس دفعہ '' ملا عبدالقادر بدایونی اور آزاد دھلوی '' از حامد حسن قادری مرحوم ''خطاطی کے چند نادر نمونے'' (نوادر انجمن)، '' فتح نامہ ٹیپو سلطان '' از نصیرالدین ھاشمی مرحوم۔ '' نثر اقبال '' از ڈاکٹر اسلم فرخی، '' حیدری کا تذکرہ گلشن ھند '' از ڈاکٹر اقتدا حسن ، '' دیوان ولی کے قلمی نسخے '' از محمد اکرام چغتائی ، '' مثنوی ابر گہر بار '' از مرزا اسداللہ خان غالب ، تبصرے، بادہ کہن (نمونہ جات کلام شعرائے متقدمین) شامل رسالہ ھیں۔

'' حیدری کا تذکرہ گلشن ھند '' ، '' دیوان ولی کے قلمی نسخے '' اور '' فتح نامہ ٹیپو سلطان '' خاصے کی چیزیں ھیں۔ نوادر انجمن میں سے یاقوت مستعصمی، آغا مرزا ، بہادر شاہ ظفر، محمد علی ابن زرین رقم، محمد یوسف وغیرہ مشہور خطا طوں اور خوش نویسوں کی دلکش اور آنکھوں کو روشن کرنے والی وصلیوں اور نوشتوں کی اشاعت ایک خوش گوار اضافہ ہے۔ خطاطین اور ان کے سواد خط اور فن کے بارےمیں وضاحتی نوٹ اور پس منظر بہت مفید اور کار آمد ھیں۔

دوسرے دو مستقل عنوانات '' لغت کبیر اردو '' اور '' اشاریہ مضامین اردو '' ھیں۔ '' لغت کبیر اردو '' مولفہ عبدالحق (الف تا بھ) اس زبردست لغت کا شروع کا نامکمل حصہ ہے جس کی دوبارہ تکمیل کی بابائے اردو کو آرزو تھی۔ رسالے میں اس کی دو قسطیں شائع ھوچکی ھیں۔ ان سے اندازہ ھوتا ہے کہ اردو میں اب تک اتنی مبسوط اور جامع لغت تالیف نہیں کی گئی۔ اگر یہ پایہ تکمیل کو پہنچتی تو نہ صرف فرھنگ آصفیہ اور نوراللغات سے اپنے تنوع اور جامعیت کے لحاظ سے بدرجہا بہتر ھوتی۔ بلکہ اس کو کسی بھی ترقی یافتہ زبان کی معیاری لغت کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا تھا۔ افسوس مولوی صاحب یہ کام اپنے جیتے جی مکمل نہ کرسکے، بہر حال جو کچھ موجود ہے فی الوقت اس کو شائع کردینا ھی مناسب ہے۔

دوسرا مستقل قسط وار فیچر رسالہ '' اردو '' کا مکمل اشاریہ (مصنف وار) ١٩٢١ء تا ١٩٦٣ء ہے۔ '' اردو '' اپنے تحقیقی اور اعلی معیاری مضامین کی بناء پر چوٹی کا پرچہ رہا ہے۔ یہ ان چند پرچوں میں ہے جن کو نظر انداز کرکے اردو کا کوئی تحقیقی کام نہیں کیا جاسکتا۔ ضرورت تھی اس بات کی کہ اس میں شائع شدہ مواد اور مقالات کی ایک تفصیلی فہرست تیار کی جاتی جس کی مدد سے اہل تحقیق یا کسی خاص موضوع پر کام کرنے والے اپنے کام کی چیزیں تلاش کرسکتے۔ شکر ہے کہ اس شدید ضرورت کو محسوس کیا گیا اور اس کام کو بدرجہ احسن پورا کیا گیا۔ اس '' تفصیلی اشاریئے '' سے رسالے کے سارے مشمولات کا علم ھوجاتا ہے۔ امید ہے کہ حسب وعدہ اسی انداز کے اشاریئے دیگر

علمی و ادبی جرائد (مخزن، ادیب، زمانہ وغیرہ) کے بھی وقتاً فوقتاً شائع کئے جائیں گے۔
رسالہ بہ حیثیت مجموعی اس لائق ہے کہ ہر اہل علم کے پاس ہو اور ہر لائبریری کی زینت ہو ۔ پرچہ سفید دبیز کاغذ پر اچھے ٹائپ میں چھپا ہے ۔ سرورق سادہ ہے تقطیع سابقہ اردو سے چھوٹی ہے ۔ ایک بات جو رہ رہ کر کھٹکتی ہے وہ اس کی قیمت ہے ۔ باوجود اس حسن صوری و معنوی کے ساڑھے تین روپے قیمت بہت زیادہ ہے اور عام خریدار کی قوت خرید سے بالاتر ۔

علمی رسائل کے محدود حلقے کو اگر محدود تر کرنا مقصود ہے تو اور بات ہے ورنہ اتنی قیمت کے لئے کوئی جواز بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا ۔ ہمارے خیال میں اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت دو روپے ہونی چاہیے ۔

مدبر رضوی

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc. No. 17,008
LAHORE